OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:4, Issue: 2, Jul -Dec 2023
DOI:10.51665/al-duhaa.004.02.0227, PP: 27-36

حدیث سے متعلق منتخب مستشرقین کے افکار کا جائزہ (ایچ ای سی کے منظور شدہ مجلات کی روشنی میں)

Thoughts of Selected Orientalists on Hadith (in the light of Articles Published in HEC Approved Journals)

Published: 25-10-2023
Accepted: 15-10-2023
Received: 05-09-2023

Tahira Munawar
Admin Officer, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore
Email: tahirajoyia@gmail.com

Dr. Shahzada Imran Ayub
Associate Professor, Dept of Islamic Studies, Division of Islamic & Oriental Learning, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore
Email: shahzada.imran@ue.edu.pk

Tooba Khalid
Ph.D Scholar, Dept of Islamic Studies, Division of Islamic & Oriental Learning, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore
Email: toobanoori17@gmail.com

Abstract

Orientalism is the concept that there is something very special and different about the thoughts of those living in the East, which can be discovered through the methods of scholarship current in the West. It reflects the relationship of imperial and intellectual domination of a West which feels it is superior to an 'inferior' East. This often results in an understanding of Islamic philosophy which sees the latter as essentially unoriginal, derivative and of only historical interest. While orientalists have produced interesting and important works, most fail to appreciate the independent status of the material which they analyze. In an Islamic context, the Orientalists can be described as a group of non-Muslim authors, particularly from the West, using the traditional western ideology to study Islam. Orientalists targeted Islam from all sides according to their own goals and their own mental level, and who possessed certain moral values or a sense of justice appreciated some of the teachings. Orientalists misrepresented Muhammad's personal life, revelation, his family, Ahl-al Bayt, Companions, the Holy Qur'an and the principles of the Qur'an, hadiths, polygamy, slavery and jihad. Prophet Muhammadﷺ is the only source of Islam and we have received the religion of Islam through him in the form of proven Qur'an and Sunnah. This article highlights the thoughts of prominent orientalists in Uloom ul Hadith of Joseph Shakht's theory by the narrator and Muta Imam Malik ,William Albert's objection concerning Hadith Qudsia, Harald Motzki's review on Hadith ,Goldziher's integrity of Rijal ul Hadith, and Critical analysis of Reynold Alleyne Nichoson.This article is meant to expose their partiality on the basis of true facts.An impartial criticle study about the undeniable thoughts and principles of Islam has been presented for the readers. This paper, though an introductory review of important hadith scholars to expected to provide the readers with a basic framework for further ventures.

Keywords: *Joseph Shakht, Harald Motzki, Goldziher, William Albert, Nicholson, Quran, Orientalism, Religion.*

CC BY

تمہید

مستشرقین ان علماء کو کہا جاتا ہے جو مغربی دنیا کے وہ افراد ہیں جو مشرقی علوم وفنون میں مہارت یا دلچسپی رکھتے ہیں، جو اسلام کو داغدار کرنے کی جرات کرتے ہیں۔ انیسویں صدی کے دوسرے نصف کے دوران متعدد ممتاز مستشرقین نے نبی کریم ﷺ کی زندگی پر کتابیں لکھیں۔ لیکن مسلمان قاری جب مستشرقین کی طرف سے اسلام کے خلاف پیش کیے جانے والے متعصبانہ انداز کو دیکھتا ہے تو اسے شدید ندامت کا احساس ہوتا ہے۔ اسلام کے دو بڑے اجزا ہیں؛ قرآن کریم اور پیغمبر اسلام ﷺ کی عظیم تعلیمات۔ تاریخ انسانی کی یہ دو عظیم حقیقتیں مستشرقین کے اسلام دشمن کاموں کا بڑا شکار ہو چکی ہیں۔ آغازِ اسلام سے ہی کئی گروہ ایسے ہیں جو اسلام کے خلاف اپنے مذہبی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں، کیونکہ وہ اسلام کو اپنا حریف سمجھتے ہیں اور وہ اسلام کی توثیق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ماضی میں جب اسلام کے غرور کو خطرہ لاحق ہوا تو ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں اس کے دفاع کے لیے اپنے بندوں کو بھیجتا ہے۔

اس آرٹیکل میں حدیث سے متعلق افکار کا جائزہ لینے کے لیے جن مستشرقین کے آرٹیکلز کو منتخب کیا گیا ہے ان کے نام یہ ہیں: مستشرق نکلسن، مستشرق جوزف شاخت ، مستشرق ولیم البرٹ گراہم، مستشرق گولڈ زیہر اور مستشرق ہارالڈ موٹزکی۔

منتخب شدہ مستشرقین کا تعارف

"مستشرق نکلسن" کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کا متوازن و مناسب مطالعہ کرکے نتائج اخذ کیے مگر اس حساس اور مشکل کام میں ان سے اغلاط بھی سرزد ہوئیں۔ انہیں عمومی طور پر ایک معتدل اور غیر جانبدار انگریز مستشرق خیال کیا جاتا ہے۔

"مستشرق جوزف شاخت" 1902ء کو جرمنی میں پیدا ہوئے۔ کئی مقالات تحریر کرنے کے علاوہ بہت سے علمی رسائل میں مضامین بھی لکھے۔

"مستشرق ولیم البرٹ گراہم" نے احادیث قدسیہ پر اعتراضات کیے، وہ کہتے ہیں : صحابہ کرام احادیث قدسیہ اور احادیث نبویہ میں فرق نہ کرسکے اور بعد میں آنے والے لوگوں کو الجھن میں ڈالنے کا باعث بنے۔

نقدِ حدیث پر سب سے پہلے تفصیلی بحث "گولڈ زیہر" نے کی۔ تاہم نقدِ حدیث کے موضوع پر اس کی کتاب " Muhammadanische Studien " بہت مشہور ہوئی۔

"ہارالڈ موٹزکی" نے ادیان کے موضوع پر علمی کاوشیں پیش کیں ہارالڈ موٹزکی کے نزدیک روایات کی تاریخ کے لیے ان کے سند اور متن دونوں کو سامنے رکھ کر تحقیق کی ضرورت ہے۔

آرٹیکل نمبر 1: گولڈ زیہر کا رجال الحدیث پر نقد (ایک تحقیقی مطالعہ)

یہ آرٹیکل محمود احمد (وزٹنگ لیکچرر یونیورسٹی آف اوکاڑہ) اور ڈاکٹر محمد منشا طیب (ماہر مضمون محکمہ تعلیم پنجاب) کی طرف سے ضیائے تحقیق شمارہ نمبر 15 شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد میں شائع ہوا۔

ایک مقام پر اس نے تحریر کیا کہ

"حدیث گھڑنے کو شاید ہی بے عزتی سمجھا جاتا تھا اگر اس کے نتیجے میں آنے والے افسانے خیر کا سبب بنتے ہیں۔

F.G.Bratton کہتے ہیں:

"کسی عصری یا مرتب شدہ کتاب کو کسی قدیم نبی یا حکیم سے منسوب کرنا عام رواج تھا"۔

گولڈ زیہر اور اس کے متبعین کسی بھی عبارت سے اپنی مرضی کا مفہوم اخذ کر لیتے ہیں۔

گولڈ زیہر نے انتہائی کوشش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ حدیث کو موضوع باور کرایا جائے۔

مناقشہ و تجزیہ

وہ متواتر حدیث جس کا مفہوم" جس نے کوئی جھوٹی بات مجھ سے منسوب کی تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے" کو تسلیم کرنے کے باوجود اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر گولڈ زیہر کے اعتراضات کی کوئی علمی بنیاد موجود نہیں۔ محدثین نے ثقاہت اور عدالت کا سرٹیفکیٹ ہر کس و ناکس کو نہیں دیا بلکہ انتہائی محنت کرکے راویان کے عیوب اور نقائص بھی واضح کیے ہیں۔ مستشرقین اپنی انتہائی کوششوں اور شدید خواہش کے باوجود ثقہ راویان میں ایسی کوئی خامی تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں جو ان کو مجروح کر سکے۔

آرٹیکل نمبر 2: جوزف شاخت کا نظریہ مشترک راوی اور موطا امام مالک (ایک تحقیقی مطالعہ)

یہ آرٹیکل ڈاکٹر مفتی محمد التماس خان جو کہ لیکچرر اسلامک سٹڈیز پشاور یونیورسٹی ہیں انہوں نے پشاور اسلامکس میں پبلش کرایا ہے۔

مستشرق جوزف شاخت 1902 کو جرمنی میں پیدا ہوا۔ایک مذہبی اور تعلیم یافتہ یہودی گھرانے میں پرورش پائی۔اس نے دیگر مستشرقین کی بنسبت زیادہ وسیع اور بڑے پیمانے پر کام کیا اور حدیث کے جھوٹے ہونے کو ثابت کرنے کے لیے فیملی اسناد، مشترک راوی کا نظریہ اور دلیل سکوت جیسے کئی نظریات پیش کیے، جن کی وجہ سے اس کو حدیث کے میدان میں بھی کافی شہرت حاصل ہوئی۔

شاخت کا بنیادی نظریہ

اس کا خیال ہے کہ فقہ اور اصول فقہ پر احادیث کو غالب رہنا چاہیے، چنانچہ محدثین نے خود ساختہ تفصیلی اور مختصر بیانات وضع کرنے شروع کر دیے، وہ مشہور شخصیات کا انتخاب کرکے ایک سند کی شکل میں ذکر کرکے رسول اللہ کی طرف منسوب کرتے اور یہ دعوی کرتے کہ مذکورہ روایتیں رسول کے اقوال، افعال اور تقاریر ہیں۔ شاخت نے حدیث کے موضوع ہونے کو ثابت کرنے کے لیے کئی دعوے پیش کیے۔

دلیل سکوت (روایات کی تعداد میں اضافہ ہونا):

خاص طور پر امام شافعی اور کتب ستہ کے درمیان کے احادیث کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہونے کا دعوی کیا ہے۔ یہ روایت اس وقت موجود نہیں تھی کیونکہ اگر یہ روایت موجود ہوتی تو اہل علم ضرور دلیل کے طور پر ذکر کرتے۔

رفع والوصل (اسناد کی پسماندہ بڑھوتری):

روایات کو پہلے تابعین کی طرف منسوب کیا، پھر بتدریج صحابہ کرام اور پھر ان احادیث کو رسول اللہ کی طرف منسوب کرکے مرفوع ذکر کیا۔ یعنی موقوف اور مقطوع روایات کی اسناد کو مکمل کرکے متصل سندوں کے ساتھ روایت کیا۔

اسناد کا پھیلاؤ (اسناد حدیث کا پھیل جانا) :

شاخت کا یہ دعویٰ ہے کہ اکثر احادیث ایک ہی سند کے ساتھ مروی ہوتی ہیں ایک ہی سند سے مروی روایات کو دوسری سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔[1]

مشترک راوی کا نظریہ:

مرفوع روایت کو رسول اللہ تک اور موقوف روایت کو صحابہ کرام تک جھوٹی اور بناوٹی سند کے ساتھ بیان کرتا ہے بہت سے راویوں کو ذکر کرکے اپنے آپ کو مشترک راوی کی شکل میں پیش کرتا ہے۔"[2]

موطا امام مالک :

دراصل موطا امام مالک مرفوع احادیث کے علاوہ بہت سے فقہی احکام اور مسائل پر مبنی فقہاء، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے فتاویٰ اور اجتہادات سے بھی مالا مال ہے، جو کہ امام مالکؒ کے نقطہ نظر کو واضح کرتی ہیں۔ پروفیسر جوزف شاخت نے اپنی تصنیفات، تحقیقات کا دائرہ کار موطا امام مالک اور کتاب الام امام شافعی کی کتاب پر رکھا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ان کی نظر میں اگر ان دو کتابوں میں ضعیف اور موضوع احادیث ہیں.

مناقشہ و تجزیہ

شاخت کا ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں۔ جہاں تک اہل علم کے ہاں معتبر اور مستند سمجھی جانے والی دو کتابوں موطا امام مالک اور کتاب الام امام شافعی پر تنقید کی گئی ہے اس کے نزدیک فیملی سند میں ہر راوی مشترک راوی ہے شاخت کا اعتراض کہ جتنی بھی اسناد ہیں سب بناوٹی ہیں۔ یہاں پر تو فیملی اسناد کا تصور بھی ناممکن ہے تو ایسی روایات موضوع کیسے ہو سکتی ہیں؟ دراصل شاخت نے ایک سرسری نظریہ پیش کیا ہے ان کا مقصد احادیث کو موضوع ثابت کرکے رد کرنا ہے چاہے وہ جس طریقے سے بھی ہو لیکن دشمنان اسلام اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اہل علم نے نہ صرف شاخت کے اعتراضات کو دلائل کی روشنی میں لغو ثابت کرکے رد کیا بلکہ ان سے پہلے اور بعد میں آنے والے مستشرقین کے اعتراضات کو بھی بے بنیاد ثابت کیا ہے۔

آرٹیکل نمبر 3: قران، حدیث اور تصوف سے متعلق مستشرق نکلسن کے افکار کا تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر محمد ریاض محمود (لیکچرر اسلامیات گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ) نے القلم میں تحریر کرایا۔

مستشرق نکلسن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کا متوازن و مناسب مطالعہ کرکے نتائج اخذ کیے مگر اس حساس اور مشکل کام میں ان سے اغلاط بھی سرزد ہوئیں۔ اسے عمومی طور پر ایک معتدل اور غیر جانبدار انگریز مستشرق خیال کیا جاتا ہے۔ نکلسن کے خیال میں قرآن وحی الٰہی نہیں اس کے بعد دوسرا اعتراض نظم قران پر نکلسن نے کیا۔ قرآن مجید غیر منظّم غیر مرطوب غیر دلچسپ اکتاہٹ پیدا کرنے والی طویل قصے کہانیوں پر مشتمل معمولی نصیحتوں والی کتاب ہے۔ تیسرا اعتراض مستشرق نے قرآن مجید پر نامکمل کتاب ہونے کا الزام لگایا۔ یہ لفظی اور معنوی اعتبار سے نامکمل ہے حقانیت حدیث پر بھی اعتراضات کیے۔ نکلسن لکھتا ہے:

"ان اصولوں کے نتیجے میں ہر نئے نظریے نے ایک مرتدی حدیث کی شکل اختیار کرلی اور ہر فرقے اور ہر نظام نے محمد

ﷺ کے حاکم ہونے کی اپیل کے ذریعے اپنا دفاع کیا۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ گردش میں جھوٹی روایات کی تعداد اس حقیقت سے کتنی زیادہ تھی کہ جب بخاری نے حقیقی (الصحیح) کے عنوان سے اپنا مجموعہ تیار کیا تو اس نے اسے تقریباً سات ہزار تک محدود کر دیا جسے انہوں نے چھ لاکھ میں سے اٹھایا۔ Trafotion کی معتبریت۔ جہاں تک اس کا تعلق سیرت نبوی سے ہے، اس پر جگہ جگہ بحث نہیں کی جا سکتی۔ ابن اسحاق کی سب سے قدیم اور بہترین سوانح عمری میں بلاشبہ بہت زیادہ شاندار بات موجود ہے لیکن ان کی روایت مجموعی طور پر دیانت دار اور کافی حد تک مستند معلوم ہوتی ہے۔"

نکلسن کے نتائج فکر کو ان نکات کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے:

بعض غلط عقائد کی توثیق کے لیے مسلمانوں نے خود احادیث گھڑ لیں۔ اگر سارا ذخیرہ حدیث درست ہوتا تو امام بخاری چھ لاکھ احادیث میں سے اپنی کتاب الصحیح کے لیے صرف 7 ہزار کا انتخاب کیوں کرتے۔ مسلمانوں نے ذخیرہ حدیث کو موضوع روایات سے محفوظ رکھنے کے لیے شاندار کارنامے انجام دیئے۔ ڈاکٹر عجاج خطیب لکھتے ہیں:

"مستشرقین کا یہ دعویٰ کہ اکثر احادیث مسلمانوں کی ترقی کا نتیجہ ہیں درست نہیں ہے کیونکہ مسلمان ابتدائی ایام اسلام سے ہی احادیث کو تحقیق کے بعد قبول کرتے تھے۔ نیز حدیث خود سے گھڑنے والوں کا تعاقب کرتے تھے۔ انہوں نے صحیح اور موضوع احادیث کو پہچان لیا تھا ان کو پیش آنے والے نئے حالات کے لیے احادیث وضع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشروع کردہ بنیادیں قیامت تک کے لیے کافی تھیں"۔ [3]

مناقشہ و تجزیہ

حقانیت و تدوینِ حدیث پر نکلسن کے اعتراضات کی بنیادی وجہ تدوین حدیث کے تاریخی عمل سے اس کی عدم آگاہی ہے۔ علم اسماء الرجال حفاظت حدیث کی سب سے اہم دلیل ہے۔ موضوعات کے عنوان کے تحت لکھی گئی کتب کا وسیع ذخیرہ اس امر کی دلیل ہے کہ مسلمانوں نے حدیث وضع کرنے کے عمل کو ہر ممکن طریقے سے روکا ہے۔ اس ضمن میں اہم مثال اس متعارض حدیث کی ہے جس میں کتے کو مارنے کا حکم ہے۔ اور دوسری وہ حدیث جس میں اس عمل سے منع کیا گیا ہے بعض بزرگ صحابہ نے اپنے لیے اس عمل کو جائز قرار دیا، جیسے ابوہریرہ نے کتا پالنے کو اس وجہ سے جائز قرار دیا کیونکہ وہ خود کاشتکار تھے۔ یہ اعتراض صرف عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ کتب حدیث میں اس موضوع کی اگر احادیث کو پیش نظر رکھا جائے تو ان روایات میں بڑی آسانی سے تطبیق دی جا سکتی ہے جس کے بعد ان روایات میں کسی قسم کا تعارض باقی نہیں رہتا۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے کتوں کو مارنے کا حکم دیا ہے سوائے جو کاشتکار اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے ہوں۔

امام ابن قتیبہ لکھتے ہیں: "اگر کتے گروہوں میں سے ایک گروہ نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا کیونکہ آپ ﷺ کے مدنی عہد میں وحی کو فرشتے لے کر آتے تھے اور فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا آج شام مجھے آپ کے پاس آنے سے صرف اس بات نے روکے رکھا کہ آپ کے گھر کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا تھا جس میں تصاویر تھیں اور آپ کے گھر میں ایک کتا تھا اس کے نکالنے کا حکم دیجیے، جو حضرت حسن اور حسین کا تھا اور ان کی ایک چارپائی کے نیچے پڑا ہوا تھا۔" [4] یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ کتوں کا گھر کے اندر ہونا جیسے ناپسندیدہ ہے اسی طرح شہر میں بھی پایا جانا ناگوار ہے۔ پس نبی ﷺ نے قتل کر دینے یا اپنے قرب و جوار میں ان کی تعداد میں کمی کرنے کا حکم دیا جبکہ فرشتوں کی آمد اور وحی کے مقام سے دور پائے جانے والے تمام کتوں سے صرف نظر فرمایا۔

آرٹیکل نمبر 4: ہارالڈ موٹزکی اور حدیث ایک جائزہ

یہ آرٹیکل بلال احمد (اسٹنٹ پروفیسر اسلامک سٹڈیز، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد) نے فکر و نظر اسلام آباد، جلد: 56 میں لکھا ہے۔

روایات واحادیث کو آج مغرب میں تین طرح دیکھا جاتا ہے؛ متن کے ذریعے جیسا کہ جوزف شاخت نے کیا۔ سند کے ذریعے جیسا کہ جوائن بول نے کیا اور پھر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے انہیں سنداً ومتناً دیکھا۔ آخرالذکر میں آج ہارالڈ موٹزکی کا نام سرفہرست ہے آج کل آخرالذکر رجحان مقبول ہوتا دکھائی دیتا ہے۔[5] موٹزکی اور اس کے منہج پر اگرچہ مغربی زبانوں میں کام تو ہو رہا ہے، تاہم اس کے حدیث وروایات سے متعلق افکار کا تعارفی جائزہ مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جائے گا۔[6]

موٹزکی کے نزدیک روایات کی تاریخی حیثیت کے لیے اس کی سند اور متن دونوں کو سامنے رکھ کر تحقیق کی ضرورت ہے کیونکہ یہ دونوں مل کر روایات کہلاتی ہیں، اس کے نزدیک اصولی طور پر یہ فرض کرنا کہ ان میں کوئی ایک من گھڑت ہے صحیح علمی رویہ نہیں اور روایات کو علمی انداز سے پرکھنا ہی اس کی صحیح تعریف کی روح ہے۔ موٹزکی کے نزدیک روایات کو پہلے سے متعین کردہ نظریات کی روشنی میں پرکھنا جیسا کہ شاخت نے کیا نامناسب علمی رویہ ہے۔ اس نقطے پر موٹزکی شاخت کے منہج سے بالکل متفق نظر نہیں آتا اور شاخت کے ناقدین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ فقہا نے اپنے اپنے مذاہب فقہیہ کو تقویت دینے کے لیے متون واسناد گھڑیں۔ اس کے برعکس موٹزکی روایات کو روایات کے طور پر دیکھنے کا پرچار کرتا ہے اور یہ اس کے اصول حدیث کو پرکھنے کا اہم اصول ہے۔

موٹزکی کی تحلیل سند و متن کی عملی صورت، عملاً ایک ہی روایت جہاں جہاں وارد ہوئی ہے اپنے فروع کے ساتھ انہیں اکٹھا کرتا ہے اس کے بعد وہ متن وسند کی تحلیل کر کے ان کے نتائج کو یکجا کر دیتا ہے۔ موٹزکی کے کچھ نئے مقالات جیسا کہ زکوۃ فطر اور یہودی سردار ابن ابی الحقیق کے قتل کے واقعہ پر روایات کا تجزیہ اور تعین اس کے اس منہج کی تخلیق کی اہم مثالیں ہیں۔[7] موٹزکی کے نزدیک سند حدیث تاریخی ہیں نہ کہ ادبی تخلیقات اگرچہ یہ مکمل طور پر اصلی بھی نہیں ہے سند کے فرق کو موٹزکی جوائن بال کے طریقے کے مطابق تصویری شکل میں ڈال دیتا ہے، یہ نقش مختلف ترک روایات کو واضح انداز میں سامنے رکھ دیتے ہیں۔[8] جس راوی سے سند ایک سے زیادہ طرق میں تقسیم ہوئی ہے اسے موٹزکی کی اصطلاح میں "کامن لنک" کہا جاتا ہے۔ یہی اصطلاح اس سے پہلے شاخت اور جوائن بال نے بھی استعمال کی ہے۔[9] آخرالذکر دونوں اصحاب کے نزدیک یہ کامن لنک یا کوئی اور جو اس کا نام استعمال کر رہا تھا وہی اس سند کا خالق ہے۔[10] موٹزکی یہ کہتا ہے کامن لنک غالباً وہ پہلا آدمی تھا جس نے اس روایت کو بڑے پیمانے پر لوگوں تک پہنچایا۔ کامن لنک روایت کا موجد ہے۔ موٹزکی کے نزدیک اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اسناد اصلی ہیں یا جعلی۔ بلکہ اس کے نزدیک اس بات کا فیصلہ اسناد و متن کو ساتھ رکھ کر ہی لکھنے کے بعد کیا جا سکتا ہے۔

موٹزکی اور تحلیل متن:

متن کی تحلیل میں موٹزکی کا پہلا قدم متن کے نصی اجزاء کا تعین اور ترمیم ہے۔ مختلف روایات کے ان اجزاء کے باہم فروغ پر تفصیلی بحث اس کا دوسرا قدم ہے۔ بالآخر متن کی تحلیل اس پر منتج ہوتی ہے کہ اس متن کے سب سے قدیم اجزاء کون سے

ہیں عموماً نسبتی تحلیل کے فروغ کو ایک ساتھ رکھ کر موٹزکی ان کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس کا وہ حصہ جو ان فروق میں مماثل ہے وہ اس کا اصل متن ہے اور باقی ان لوگوں کے اضافے ہیں جو ان فروق کے اولین راوی ہیں۔[11] جہاں جہاں پر اجزائے متن کے فروق میں الفاظ کا اضافہ ہوتا ہے وہ اس مقام پر موجود راویوں کے سبب ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے، موٹزکی کے نزدیک روایات غیر موضوعی ہیں کیونکہ راوی ان میں اضافہ اور نقص کرتے ہیں۔[12] متن کے بارے میں مسلمان محدثین نے بھی گزشتہ ہزار سالوں سے بیش بہا کاوشیں کی ہیں اور ان کا احاطہ کیے بغیر متن پر فیصلہ کرنا مناسب علمی رویہ نہیں ہے۔[13]

مناقشہ و تجزیہ

(موٹزکی کا منہج تحلیل سند و متن) یہ حیران کن امر ہے کہ متن کی تحلیل میں بھی موٹزکی اگرچہ بہت تفصیل سے کام لیتا ہے مگر ہر جگہ عدم دقت کا مظاہرہ اس کی افادیت پر منفی اثر ڈالتا ہے۔ موٹزکی یہ کوشش کرتا ہے کہ موضوع بحث روایت کے اصل مصدر اور اس کی نص کی نشاندہی کرے اس عمل کے نتیجے میں ہمارے علم کے مطابق وہ اگرچہ بعض اوقات یہ کہتا ہے کہ ہم صحابہ کے زمانے تک تو پہنچ جاتے ہیں۔ مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ روایت کسی صحابی یا نبی سے آئی ہو بلکہ یہ اس کے نزدیک اس روایت کے بارے میں صرف ایک اندازہ ہی ہے، کسی حدیث کے بارے میں منفی آراء سے بعض اوقات اختلاف کرتا ہے۔ مگر اس پر اس کے اپنے اعتراضات اس کے عمومی منہج سے مطابقت نہیں رکھتے۔ موٹزکی بعض اوقات جو اعتراض کسی اور پر کرتا ہے کہیں اور اس سے ملتی جلتی رائے خود بھی دے دیتا ہے۔ اس کی ایک مثال موٹزکی کی اپنی اولین تالیف ہے۔ موٹزکی کے حالیہ منہج تحلیل سند و متن کی جو بظاہر حدیث کی تاریخ کے لیے انتہائی مناسب منہج دکھائی دیتا ہے۔ اگر موضوعی انداز میں تطبیق کی جائے تو یہ نہایت نتیجہ خیز ہو سکتا ہے مگر شاید موجودہ صورت میں نہیں۔

آرٹیکل نمبر 5: احادیث قدسیہ پر مستشرق ولیم البرٹ گراہم کے اعتراضات جائزہ اور رد

ڈاکٹر سید غضنفر احمد اور عثمان صفدر نے اس آرٹیکل میں لکھا ہے کہ ولیم گراہم نے جن نتائج تک اپنی رسائی کا دعوی کیا ہے، وہ بنیادی طور پر تین ہیں:

صحابہ کرام احادیث قدسیہ اور احادیث نبویہ میں فرق کا امتیاز نہ کر سکے اور بعد میں آنے والے لوگوں کو الجھن میں ڈالنے کا باعث بنے۔ کیونکہ کبھی وہ ان احادیث کو صرف اللہ کی طرف منسوب کرتے اور کبھی رسول ﷺ کی طرف۔

احادیث قدسیہ کی ذات اقدس کی طرف ایسی نسبت جس میں کوئی شک نہ ہو وہ چھٹی صدی ہجری کے بعد ہوئی۔ کیونکہ ان احادیث کا نام احادیث قدسیہ چھٹی صدی ہجری کے بعد ہی رکھا گیا۔

کئی احادیثِ قدسیہ دراصل عیسائی اور یہودی کتب اور یونانی فلسفہ سے ماخوذ ہیں۔

ولیم گراہم اپنے مقالہ " The Divine saying in Early Islam section B Forms of Divine saying " میں لکھتا ہے سیموئل زویمر نے احادیث قدسیہ کا صرف ایک جانب سے جائزہ لیا ہے۔ یعنی اس کی اسانید کی جانب سے۔ اور وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ احادیث قدسیہ موضوع روایات ہیں جنہیں چند صوفیوں نے مسلمانوں کو دین کی طرف راغب کرنے کے لیے ایجاد کیا۔ جبکہ ان احادیث کا صحابہ اور تابعین کے دور میں ہونا ناممکن ہے۔ گویا کہ زویمر، ماسینون اور روبنسن؛ یہ تینوں اس نتیجہ

پر پہنچتے ہیں کہ یہ احادیث قدسیہ دینی اور سیاسی اسباب کی وجہ سے گھڑلی گئی ہیں۔ پھر آگے اپنی بات پر احادیث قدسیہ کے کچھ دلائل دینے کے بعد ولیم گراہم مزید لکھتا ہے: اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابوہریرہ احادیث کو درمیان سے خلط ملط کر دیا کرتے تھے، کسی ایک قائل کی طرف نسبت کے متعلق متردد ہوا کرتے تھے۔ کبھی کہتے: یہ حدیث اللہ کا قول ہے، کبھی کہتے: یہ حدیث نبی کا قول ہے۔ لہٰذا یہ بات درست ہے کہ پہلی صدی کے راوی ہی خاص طور پر احادیث کے درمیان خلط ملط ہونے کے ذمہ دار ہیں۔

ولیم گراہم نے احادیث کے حوالے سے اپنے اعتراض کو دہرایا ہے، ولیم گراہم اپنے اعتراض کو مزید تقویت دیتے ہوئے "Chapter 2 The Divine saying in Muslim Scholarship" میں کہتا ہے کہ مسلمانوں کے ابتدائی مجموعہ مصنفات حدیث میں حدیث قدسی کا کوئی ذکر نہیں ملتا لیکن ابتدائی دور گزرنے اور علوم اسلامیہ میں قابل ذکر پیش رفت ہونے کے بعد مسلمان حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق کر پائے ہیں۔ سب سے پہلا نام ان احادیث کا جو رکھا گیا وہ حدیثِ الٰہی تھا۔ یہ نام دینے والا شخص جیسے کہ مسلمانوں کا گمان ہے وہ ظاہر بن محمد نیسا بوری تھا اور یہ نام اس نے اپنی ایک کتاب کتاب الاحادیث الٰہیہ میں رکھا تھا۔ اس کے باوجود ہم یقین سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ احادیث قدسیہ اپنی نوعیت اور نام کے اعتبار سے دیگر احادیث سے ممتاز ہو چکی تھی اس لیے ہم نہیں جانتے اس کتاب کے مؤلف نے یہ نام اختیار کیا یا ان کے تلامذہ نے یا ان کے بعد آنے والوں میں سے کسی نے یہ نام رکھا۔ جیسا کہ بہت سے عربی مخطوطات میں ایسا ہوتا ہے، بہر حال چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں یہ نوع دیگر احادیث سے جدا ہو کر مستقل ہوئی اور انہیں احادیث الٰہیہ کے نام سے پہچانا جانے لگا۔ تقریباً ایک صدی گزرنے کے بعد احادیث کو ایک نیا نام دیا جو آج تک چلا آ رہا ہے یعنی "احادیث قدسیہ" اور ان احادیث کا قرآن سے فرق بیان کیا گیا ہے۔ لیکن انہوں ان احادیث کے دیگر احادیث نبویہ ﷺ سے فرق کو ذکر نہیں کیا۔ اس طرح حدیث قدسی کا معاملہ ہے جب نبی کریم ﷺ نے اس کو ذات الٰہی سے روایت کیا تو صحابہ نے بھی اس کو ذات اقدس سے مروی کر دیا اور جب نبی ﷺ نے اسے اپنے قول سے ذکر کیا تو صحابہ نے بھی نبی کی طرف منسوب کر کے روایت کر دیا۔ جن مصادر و مراجع پر اعتماد کر کے موصوف نے اپنی تحقیق کی۔ انہی مصادر و مراجع سے بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ حدیث کے معاملے میں انتہائی فہم و فراست کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ کتنی احتیاط اور امانت علمی سے کام لیتے تھے۔

دوسرا اعتراض یونانی فلسفہ

The Divine Saying Part 2 دوسری فصل میں ولیم گراہم کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کئی احادیث دراصل عیسائی اور یہودی کتب اور یونانی فلسفہ سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ احادیث قدسیہ کی ایک قابل ذکر تعداد عیسائی تعلیمات میں ملتی ہے۔ زویمر کی طرح حدیث قدسی بھی انجیل سے اخذ کرنے کے معاملہ پر توجہ مرکوز کی گئی ہے اسی طرح تورات سے اور انجیل سے اخذ کی گئی ہیں۔

مناقشہ و تجزیہ

پہلی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیم گراہم دیگر مستشرقین کی طرح احادیث قدسیہ کے معاملہ میں تعصب کا شکار ہو کر اس نہج تک تو نہیں پہنچا جہاں زویمر اور ماسینون کھڑے ہیں۔ بلکہ اس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ حدیث قدسیہ کا وجود ہے اور یہ نبی ﷺ اور صحابہ کے دور سے چلی آ رہی ہیں پھر آگے چل کر اپنی ہی بات کی نفی کر کے وہ حدیث قدسیہ کو صحابہ کی ایجاد قرار دیتا

ہے۔ ولیم گراہم نے حدیث قدسیہ کا وجود تسلیم کرتے ہوئے شکوک و شبہات کا ایک دروازہ بھی کھول دیا ہے اس کے لیے اس نے صحابہ کرام کو مورد الزام ٹھہرایا ہے گویا ایک تیر سے دو شکار کی پالیسی اپناتے ہوئے احادیث قدسیہ کی اہمیت کو کم کرنے کے ساتھ صحابہ کی علمی امانت اور قدر و منزلت کو ہدف بنانے کی کوشش کی ہے۔ ایک طرف وہ دیگر مستشرقین کے نتائج کو رد کرتے ہوئے فخریہ انداز میں یہ ذکر کرتا ہے کہ ایسی حدیث جس کی نسبت نبی نے اللہ کی طرف کی تھی اور اس حدیث کا صحابہ کرام کے دور میں حقیقی وجود تھا دوسری طرف اس کے بالکل برعکس اس کا موقف ہے کہ صحابہ کرام کے غیر محتاط انداز کی بدولت احادیث قدسیہ وجود میں آئیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حضرات کی کون سی بات کو قبول کیا جائے، کون سی بات کو رد کیا جائے؟ ان متضاد آراء سے بات عیاں ہوتی ہے کہ حدیث قدسیہ پر اس تحقیق میں تعصب کا عنصر موجود ہے۔ جہاں تک یونانی فلسفہ کی بات ہے تو اول تو ولیم گراہم نے یونانی فلسفہ کی کسی معتبر کتاب کا حوالہ نہیں دیا جس سے اس بات کی تصدیق ہو دوسری بات یہ کہ یونانی فلسفہ محض الحاد اور کفر پر مبنی ہے جس میں رب خالق اور الہ کا اخروی زندگی کا کوئی تصور نہیں۔ تیسری بات یہ کہنا فلسفہ مسلمانوں میں دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی کے آغاز میں آیا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے فلسفہ کو نقل کرنے کے لیے صرف احادیث قدسیہ کا ہی انتخاب کیوں کیا؟ اہل کتاب کی شریعت اور شریعت اسلامیہ کا منبع صرف وحی الہی ہے۔ البتہ اہل کتاب نے اپنی کتب سماویہ میں تحریف کرکے احکام شرائع کو بہت حد تک بدل کر رکھ دیا۔

علماء کرام کا کہنا ہے وہ مسائل جو اسلام میں مشروع ہیں اور ان کا تذکرہ اسرائیلیات میں ملتا ہے ان مسائل میں ہم ان کی تصدیق کریں گے۔ کوئی اچھنبے کی بات نہیں کہ ایک مسئلہ حدیث قدسی میں مذکور ہو اور وہی مسئلہ تورات انجیل میں بھی ہو اور صرف اس موجودگی کی بنیاد پر صحابہ کرام پر تورات وانجیل سے اخذ کرکے حدیث قدسی بنا کر پیش کرنے کا الزام لگا دیا جائے۔ بلکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جو قران مجید میں موجود ہیں اور وہی مسائل مماثل الفاظ کے ساتھ تورات وانجیل میں بھی مذکور ہیں۔ چھٹی صدی ہجری سے پہلے مسلمانوں کو حدیث قدسی کی پہچان نہیں تھی۔ بلکہ اصل بات یہ ہے امام ترمذی نے سب سے پہلے حدیث حسن کی اصطلاح متعارف کرائی تو کیا امام ترمذی سے پہلے حدیث حسن کو کوئی نہیں پہچانتا تھا؟ پانچویں صدی ہجری میں یہ بات معروف ہو چکی تھی کہ احادیث قدسیہ دراصل اللہ کا کلام ہے اور نبی ﷺ کی دیگر احادیث سے الگ شناخت رکھتا ہے۔ احادیث قدسیہ کو ذکر کرکے امام بخاری نے اللہ کے کلام کرنے پر استدلال کیا ہے۔ صحابہ چھ ہزار سے زائد آیات کو ہزاروں احادیث سے جدا کرکے امت کو بیان کر سکتے ہیں۔ یہی صحابہ کرام چند احادیث قدسیہ کو حدیث نبویہ سے ممتاز کیوں نہیں کر سکتے۔

خلاصہ بحث

مستشرقین کی اس ساری تحقیق کا مقصد اسلام کے پیروکاروں میں تشکیک کے بیج بونا تھا تاکہ قلم وقرطاس کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں کو فتح کرکے ان پر حکومت کی جائے اور اقتصادی و معاشی وسائل پر قابض ہو کر اہل اسلام کو ممکن حد تک کمزور کر دیا جائے جس میں وہ بہت حد تک کامیاب ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے مستشرقین نے اہم ہتھیار کے طور پر سیرۃ طیبہ کو استعمال کیا۔ دوران سیرت نگاری صرف تصویر کے اس رخ کو نمایاں طور پر پیش کیا جس میں ان کی نظر کے مطابق کوئی خامی یا کمی تھی اور لوگوں کو غلط تاثر دینے کے لیے کمزور اور موضوع اور ہر قسم کی روایات سے مدد لی۔ مستشرقین نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت حقائق کو اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھا اور مختلف جہات سے الزام تراشی کرکے غلط، بے بنیاد قصے کہانیاں اور وہ روایات نقل کر دیں جن کی وجہ سے وہ خواص بھی متاثر نظر آتے ہیں جن کا اسلام کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

[1] Joseph Schacht, *The origins of Muhammadan jurisprudence*, Oxford University Press, Ely House, London, 1967, p:170

[2] Ibid

[3] Ajjaj Al-Khateeb, *Al-Sunnat Qabal al-Tadveen*, Dar ul Fikar Beruit, 1980, p:25

[4] Ibn Quteba Denori, *Taweel Mukhtalif Al Ahadithe*, Al-Maktab Al-Islami, Beruit, 1999, p:208

[5] Motzki, *Dating Muslim Tradition: A Servay in the hadith*, Mustafa shah, p:55

[6] Bilal Ahmad, *textual criticisim: A comparatative study between the method of joseph Schacht and harald motzki in the study of hadith*, Jonathon brown, *hadith* oxford: one world, 2010, p:37

[7] Motzki, *the murdar of ibn abil-huqayq: on the origin and relaiability of some Maghazi report*, p:170

[8] Ibid, p:237

[9] Motzki, 1st century sources, p:43

[10] Ibid, p:25

[11] Motzki, *the murdar of ibn abil-huqayq, p:170*

[12] Ibid

[13] Bilal Ahmad, *textual criticisim: A comparatative study between the method of joseph Schacht and harald motzki in the study of hadith*, p:188